غرر کے محرّم معاملات: احادیث کی روشنی میں تحقیقی جائزہ

Prohibited Transactions Involving Gharar: A Research Study in the Light of Ahadith

Dr. Muhammad Aamir
Assistant Professor,
Iqra National University, Peshawar
Email: muhammadaamir@inu.edu.pk
Dr. Maaz Aziz
Assistant Professor,
Iqra National University, Peshawar
Email: maazaziz@inu.edu.pk

Abstract:
Human beings naturally strive to secure their needs and advance their well-being, yet this pursuit often leads some individuals to resort to deception and unfair practices. Islamic law firmly prohibits such conduct and condemns all forms of fraud, uncertainty, and exploitation. Among these prohibited elements is Gharar—a type of excessive ambiguity or uncertainty that invalidates contractual agreements in Shariah. This paper examines the concept of Gharar in Islamic jurisprudence and analyzes various transactions forbidden in the Prophetic traditions due to their association with Gharar. Through a review of relevant Ahadith, the study highlights how Islamic teachings seek to promote transparency, fairness, and ethical conduct in financial dealings.
Keywords: Gharar, Islamic law, Shariah compliance, Islamic finance, prohibited transactions, contractual uncertainty, Islamic ethics

تعارف:

چونکہ انسانی ضروریات کا حصول انسان کی مجبوری ہے اور اس کے حصول میں حرص اس کا فطری خاصہ ہے، لہذا اس میدان میں ہر انسان دوڑنے پر مجبور ہے، البتہ بعض افراد اپنی ضرورت کو عملی جامہ پہنانا چاہتے ہیں جب کہ بعض دوسرے افراد حرص کا جھنڈا اٹھاتے ہوئے ھل من مزید کی کوشش میں رہتے ہیں اور اس دوڑ میں سامنے آنے والے ہر فرد سے آگے نکلنا چاہتے ہیں، گوکہ یہ لوگ اس کے لیے کبھی سیدھا اور صحیح راستہ اختیار کرتے ہیں لیکن اکثر اوقات دوسرے کو دھوکہ دہی سے کام لیتے ہیں۔

اسی صورتِ حال کے پیشِ نظر انسانوں کے سامنے ایسی حدیں باندھنا ضروری ہیں جن کے سامنے آکر وہ آگے چلنے سے رک کر دوسروں کو دھوکہ دینے سے بچ جائیں۔ شریعتِ اسلامی نے اس قسم کی پابندیوں کا خاص خیال رکھا ہے اور جہاں بھی دھوکہ دہی کی کوئی صورت پیش آنے کا وہم وگمان ہو وہاں پر حرمت اور کراہت کی مضبوط باڑ کھڑی کر دی ہے۔

چونکہ مذہبِ اسلام قیامت تک آنے والے تمام لوگوں کے لیے ہے، اس لیے اس نے یہ اصول ایسے جامع الفاظ میں پیش کیے ہیں کہ قیامت تک آنے والے تمام جزئیات پر منطبق ہوسکیں۔ من جملہ ان اصول میں سے بیوعات کی ایک اہم اصل غرر ہے جس سے حدیث میں ممانعت آئی ہے اور صرف یہی نہیں بلکہ جن جن بیوعات میں غرر کا عنصر پایا جاتا ہے ان سے بھی آنحضور ﷺ نے منع فرمایا ہے۔

غرر کیا ہے؟ اور وہ کون سی بیوع ہیں جن سے آنحضور ﷺ نے منع فرمایا ہے اور ان میں غرر پایا جاتا ہے؟، اس مقالہ میں چند ایسے اہم معاملات پر مختصر روشنی ڈالی گئی ہے۔

غرر کے لغوی معنی: غرر کے لغوی معنی دھوکہ دہی اور کسی کو باطل کی طمع دلانے کے ہیں۔ قرآن کریم میں غرر اسی معنی میں بارہا استعمال ہوا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلا مَتَاعُ الْغُرُورِ[1] "اور دنیا کی زندگی تو دھوکے کا سامان ہے[2]"، اسی طرح فرمایا ہے: وَلا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللَّهِ الْغَرُور[3] "اور نہ وہ بڑا فریب دینے والا شیطان تمہیں اللہ کے بارے میں کسی طرح کا فریب دے[4]"۔ امام اصفہانیؒ فرماتے ہیں کہ الْغَرُور کا اطلاق ہر اس مال، منقبت، انسان اور شیطان پر ہوتا ہے جو انسان کو دھوکہ میں ڈال دے، شیطان پر اس کا اطلاق اسے لیے ہوا کہ سب سے خبیث دھوکہ باز وہی ہے اور چونکہ دنیا (کی رنگینی) انسان کو دھوکہ میں ڈال دیتی ہے اس لیے اسے بھی غرور کہا گیا[5]۔ اسی طرح عرب کہتے ہیں: غَرَّرَ بنَفْسِه جب انجانے میں خود کو کسی ہلاکت اور اندیشے میں مبتلا کر دے[6]۔

غرر کی اصطلاحی تعریف: غرر کی اصطلاحی تعریف میں کافی تنوع اور اختلاف پایا جاتا ہے اور مختلف تعبیرات سے اس کی تعریف کی گئی ہے، البتہ ان میں سے اکثر مآل کے اعتبار سے ایک ہیں۔ یہاں پر ان تعبیرات کا ذکر کیا جاتا ہے جن میں مآل کے اعتبار سے ایک گونہ اختلاف پایا جاتا ہے:

امام خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: غرر کے لغوی معنی اس چیز کے ہیں جس کا علم تم سے چھپا ہوا ہو اور جس کے باطن سے تو خبر دار نہ ہو اور ہر وہ بیع جس سے ایک غیر معلوم اور مجہول چیز یا ایک غیر مقدور چیز مقصود ہو تو یہ غرر ہے۔ گویا کہ امام خطابیؒ کے نزدیک غرر کا اطلاق مبیع مجہول اور مبیعِ غیر مقدور التسلیم یعنی جس مبیع کا حوالہ کرنا بائع کے دائرہ اختیار سے باہر ہو، پر ہوتا ہے[7]۔

امام ابو منذرؒ نے غرر کو مبیع مجہول تک محدود رکھتے ہوئے فرمایا ہے: ہر وہ بیع جسے بائع اور مشتری کسی ایسی چیز پر منعقد کرے جو بائع یا مشتری یا دونوں کے لیے مجہول ہو[8]۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ بیع غرر سے ممانعت کتاب البیوع کے اصول میں سے ایک بہت بڑی اصل ہے اور اس میں ان گنت مسائل داخل ہیں جیسا کہ مفرور غلام کی بیع، معدوم یعنی غیر موجود چیز اور مجہول کی بیع، اس چیز کی بیع جس کے حوالہ کرنے پر بائع قادر نہ ہو، اس چیز کی بیع جس میں بائع کی ملکیت ناقص ہو، پانی میں ہوتے ہوئے مچھلی اور تھن میں موجود دودھ کی بیع، رحم میں موجود حمل کی بیع، (غلہ کے) ڈھیر کے ایک غیر معین حصہ کی بیع اور کئی کپڑوں اور بکریوں میں سے کسی غیر معین کپڑے اور بکری کی بیع، یہ تمام کی تمام بیوع باطل ہیں کیونکہ ان میں بلا ضرورت غرر ہے[9]۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ ہر وہ چیز جس کا انجام مجہول ہو غرر ہے[10]۔ انہوں نے ایک دوسری تعریف بھی ذکر کی ہے، فرمایا ہے: جو سلامتی اور ہلاکت کے درمیان لٹکتا رہے یعنی جس میں یہ احتمال ہو کہ مشتری کے لیے صحیح سالم بچ جائے اور بیع کا مقصود حاصل ہو جائے یا ہلاک ہو جائے اور بیع کا مقصود فوت ہو جائے، امام ابن تیمیہؒ نے اس تعریف کو زیادہ واضح کہا ہے[11]۔ گویا کہ ان کے نزدیک غرر کی یہی تعریف زیادہ راجح ہے۔

ابن عابدینؒ فرماتے ہیں: وهو الشك في وجوده یعنی مبیع کے وجود میں شک کو غرر کہتے ہیں[12]۔

امام سرخسیؒ نے غرر کی مختصر لیکن زیادہ واضح تعریف ان الفاظ سے ذکر کی ہے: والغرر ما يكون مستور العاقبة[13] یعنی جس کا انجام اور نتیجہ مجہول ہو یعنی مبیع کے حصول اور عدم حصول میں شک ہو، امام ابن تیمیہؒ کی طرف سے بھی غرر کی ایک تعریف یہی ذکر کی گئی۔ امام جرجانیؒ نے بھی یہی تعریف کی ہے: الغرر ما يكون مجهول العاقبة لا يدرى أيكون أم لا[14]، محمد علی تھانویؒ نے بھی اسی معنی کی تعریف ذکر کی ہے: الغرر هو الخطر الذي لا يدرى أيكون أم لا[15] اور موسوعہ فقہیہ کویتیہ نے بھی یہی تعریف ذکر کی ہے[16]۔ بعض متاخرین نے بھی اسی تعریف کو ترجیح دی ہے[17]، لہٰذا راقم کے نزدیک بھی غرر کی یہی تعریف زیادہ راجح ہے۔

ان تمام تعریفات سے معلوم ہوتا ہے کہ غرر کا اطلاق ان تین صورتوں پر ہوتا ہے: مبیع کے وجود، حصول اور عدمِ حصول میں شک اور تردد پایا جائے جسے عام اصطلاح میں تمليك المبيع على الخطر سے تعبیر کیا جاتا ہے، دوسری صورت یہ ہے کہ مبیع یا ثمن مجہول ہو اور تیسری صورت یہ ہے کہ مبیع کا حوالہ کرنا بائع کے دائرہ اختیار سے باہر ہو۔

بہر حال بیوعات کے باب میں غرر ایک انتہائی اہم عنصر ہے۔ اس کے تحت متعدد مسائل داخل ہیں جن میں مختلف اعتبار سے تنوع پایا جاتا ہے، کبھی غرر عقد کے صلب میں پایا جاتا ہے جیسا کہ بیعِ حصاۃ، بیع ملامسہ اور منابذہ، کبھی غرر ثمن کی مقدار میں جہالت کی وجہ سے آجاتا ہے جیسا کہ ثمن ذکر کیے بغیر بیع کی جائے، کبھی غرر مبیع میں جہالت کی وجہ سے پیدا ہو جاتا ہے جیسا کہ تھن میں موجود دودھ کی بیع، کبھی مدت میں جہالت کی وجہ سے غرر پیدا ہو جاتا ہے جیسا کہ کوئی کہے کہ جب زید مر جائے تو مبیع تم پر بیچ دوں گا اور کبھی مبیع پر قدرت نہ ہونے کی وجہ سے بیع میں غرر آجاتا ہے جیسا کہ پانی میں ہوتے ہوئے مچھلی یا ہوا میں اڑتے پرندے کی بیع کرنا۔

غرر کی کتنی مقدار حرمت کا سبب ہے؟: غرر کی تعریف کے بعد یہ بات ذہن نشین کرنی چاہیے کہ ہر قسم کے غرر کی وجہ سے بیع ناجائز نہیں ہو جاتی بلکہ جب بیع میں غرر معمولی مقدار میں پایا جائے تو عرف وعادت میں اس کا تحمل کیا جاتا ہے جس کی وجہ سے شرعاً بھی یہ بیع جائز ہوتی ہے۔

اس بات کو علامہ نوویؒ نے خوب وضاحت سے پیش کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ جب حاجت موجود ہو تو بعض اوقات غرر کا تحمل کیا جاتا ہے جیسا کہ کوئی گھر فروخت کر دے اور مشتری نے اس کی بنیاد نہیں دیکھی ہو، اسی طرح جب کوئی حاملہ یا وہ بکری فروخت کر دے جس کے تھن میں دودھ ہو تو (حمل اور دودھ کی جہالت کے باوجود) یہ بیع جائز ہے اس لیے کہ بنیاد گھر کی تابع ہے اور ضرورت بیع کے جواز کا مدعی ہے کیونکہ بنیاد کا دیکھنا ممکن نہیں ہے (اس لیے کہ اگر کوئی اسے دیکھنا چاہے تو ظاہر ہے کہ بائع کو دیوار یا عمارت ڈھانا پڑے گا جو کہ بہت بڑا نقصان ہے، لہٰذا شریعت نے اس عذر کا پاس رکھتے ہوئے بنیاد کو دیکھے بغیر بیع کی اجازت دی ہے)، بکری کے حمل اور دودھ کا بھی یہی حکم ہے۔ اسی طرح مسلمانوں کا ان جیسی کئی بیوعات کے جواز پر اجماع ہے جن میں معمولی قسم کا غرر پایا جاتا ہے مثلاً اگر کوئی جبہ بیچ دے تو یہ بیع جائز ہے اگرچہ مشتری نے جبہ کے اندر کا معاینہ نہ کیا ہو، اسی طرح ایک مہینہ کے لیے گھر، سواری اور کپڑا کرایہ پر دینا جائز ہے حالانکہ مہینہ کبھی تیس دن کا ہوتا ہے اور کبھی انتیس دن کا۔ (اسی نکتہ کے بارے میں) علماء فرماتے ہیں کہ غرر کی وجہ سے بیع کا بطلان اور غرر کے باوجود بیع کا جواز اسی فرق پر مبنی ہے کہ اگر ضرورت غرر کے تحمل کا مدعی ہو اور مشقت کے بغیر اس سے احتراز ممکن نہ ہو اور غرر معمولی ہو تو بیع جائز ہے ورنہ نہیں[18]۔

علامہ ابن القیمؒ نے اس نکتہ کو مختصر لیکن جامع الفاظ میں پیش کیا ہے کہ ہر غرر بیع کے عدمِ جواز کا سبب نہیں بنتا کیونکہ اگر غرر معمولی ہو اور اس سے احتراز ممکن نہ ہو تو یہ صحتِ عقد کے لیے مانع نہیں بنتا[19]۔

امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں: و مفسدة الغرر أقل من الربا فلذلك رخص فيما تدعو إليه الحاجة منه فإن تحريمه أشد ضررًا من ضرر كونه غررا [20]"یعنی چونکہ غرر کا فساد ربا کے مقابلے میں کم ہے اس لیے شریعت ضرورت کے وقت معمولی غرر کو برداشت کرتی ہے کیونکہ (اگر مجبوری کے باوجود اسے حرام کہا جائے) تو غرر سے زیادہ نقصان عدمِ جواز کی وجہ سے پیدا ہو جائے گا (اس لیے کہ لوگ حرج میں مبتلا ہو جائیں گے)۔

مذکورہ نکتہ کے بعد یہ بھی سمجھنا چاہیے کہ کئی ایسے مسائل ہیں جن کے جواز اور عدمِ جواز کے بارے میں اس وجہ سے اختلاف پایا جاتا ہے کہ علماء کے ایک گروہ کے نزدیک ان میں غرر ممانعت کے درجہ تک پہنچتا ہے، جب کہ علماء کے دوسرے گروہ کے نزدیک ان کا غرر اس درجہ کا نہیں ہوتا کہ ان کو ممنوع قرار دیا جائے۔

غرر اور جہالت میں نسبت: چونکہ علماء نے غرر اور جہالت کے مابین نسبت پر بحث کی ہے لہٰذا اس کی بھی تھوڑی سی وضاحت نقل کی جاتی ہے:

جہالت علم کی ضد ہے، جہالت اور غرر کے مابین تعلق کو امام قرافیؒ نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے کہ غرر سے مراد وہ چیز ہے جس کا حصول اور عدمِ حصول معلوم نہ ہو جیسا کہ ہوا میں اڑتے پرندے یا پانی میں ہوتے ہوئے مچھلی (کی بیع)، البتہ جس چیز کا حصول معلوم ہو لیکن اس کی صفت غیر معلوم ہو تو اسے مجہول کہتے ہیں جیسا کہ جیب میں رکھی ہوئی چیز کی بیع جو کہ یقیناً حاصل ہے لیکن معلوم نہیں کہ کیا چیز ہے، پس غرر اور مجہول میں سے ہر ایک دوسرے کے مقابلے میں ایک اعتبار سے عام اور دوسرے اعتبار سے خاص ہے، دونوں کا وجود ایک ساتھ بھی ہو سکتا ہے اور جدا بھی۔ جہالت کے بغیر غرر کے وجود کی مثال مفرور لیکن معلوم غلام کی ہے جس کا حصول اور عدمِ حصول متردد ہو، غرر کے بغیر جہالت کی مثال ایسے پتھر خریدنے کی ہے جو یقیناً حاصل ہو لیکن یہ معلوم نہ ہو کہ یاقوت ہے یا شیشہ اور دونوں کے یکجا ہونے کی مثال اس مفرور غلام کی ہے جو مجہول ہو[21]۔"

مختصراً یہ کہ امام قرافیؒ کے نزدیک غرر اور جہالت میں عموم و خصوص من وجہ ہے لہٰذا دونوں یکجا بھی پائے جاسکتے ہیں اور ایک دوسرے کے بغیر بھی، لیکن اس کے برعکس امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ غرر کی تین قسمیں ہیں: ایک قسم معدوم یعنی غیر موجود چیز کی ہے جیسا کہ حمل کا حمل یا سالہا سال تک پیداوار کی بیع، دوسری قسم غیر مقدور التسلیم چیز کی ہے یعنی جس کے حوالہ کرنے پر انسان قادر نہ ہو جیسا کہ مفرور غلام اور تیسری قسم مجہولِ مطلق یا کسی ایسی معین چیز کی ہے جس کی جنس اور مقدار میں جہالت ہو جیسا کہ کوئی کہے کہ میں نے تم پر اپنا غلام بیچ دیا (حالانکہ مشتری نے اس کے غلام کو دیکھا تک نہ ہو، یہ مجہولِ مطلق کی مثال ہے) یا کہے جو کچھ میرے گھر میں ہے وہ

سب کچھ تجھے فروخت کر دیا (اور مشتری نہیں جانتا کہ اس کے گھر میں کیا ہے، یہ جنس کی جہالت کی مثال ہے) یا کہے کہ میں نے سارے غلام تمہیں بیچ دیے (جب کہ مشتری کو یہ علم نہ ہو کہ بائع کے پاس کتنے غلام ہیں، یہ مقدار کی جہالت کی مثال ہے)[22]۔

گویا کہ امام ابن تیمیہؒ کے نزدیک ان دونوں میں عموم وخصوص مطلق ہے یعنی ہر جہالت غرر ہے لیکن ہر غرر جہالت نہیں ہے، اس لیے کہ غیر مقدور التسلیم یا معدوم چیز کی بیع پر بھی غرر کا اطلاق ہوتا ہے اگرچہ ان میں جہالت نہ ہو۔ غرر کی تعریفات پر غور کرنے سے امام ابنِ تیمیہؒ کا قول زیادہ راجح معلوم ہوتا ہے۔

غرر کی تعریف اور متعلقہ مباحث کے بعد چند ایسے اہم معاملات کا ذکر کیا جاتا ہے جن سے احادیث میں منع آیا ہے۔

غرر کی وجہ سے بیوعات ممنوعہ:

بیع غرر سے ممانعت: آنحضور ﷺ نے عینِ بیع غرر سے ممانعت فرمائی ہے، چنانچہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے غرر یعنی دھوکے اور کنکریاں مارنے کی بیع سے منع فرمایا ہے[23]۔

بیع حصاۃ: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کنکریاں مارنے کی بیع سے منع فرمایا ہے[24]۔

امام ترمذیؒ نے بیعِ حصاۃ کی تفسیر یہ بیان کی ہے کہ کنکری مارنے والی بیع یہ ہے کہ بیچنے والا خریدنے والے سے یہ کہے کہ جب میں تیری طرف کنکری پھینکوں تو میرے اور تیرے درمیان بیع واجب ہو گئی۔ یہ بیع منابذہ ہی کے مشابہ ہے، یہ سب زمانہ جاہلیت کی بیوع ہیں[25]۔

احناف کے نزدیک اس کا مقصد یہ ہے کہ مثلاً کئی کپڑے پڑے ہوں اور مشتری ایک کنکری پھینک دے اور جس کپڑے کو کنکری لگ جائے وہ بلا کسی اختیار اور سوچ کے مبیع قرار دی جائے: أن يلقى حصاة وثمة أثواب فأي ثوب وقع عليه كان المبيع بلا تأمل وروية ولا خيار بعد ذلك[26]"

مالکیہ کے نزدیک اس کا مقصد یہ ہے کہ پھینکنے والے کا کسی معین چیز کی طرف پھینکنے کے ارادہ کے نہ ہوتے ہوئے کنکری مثلاً کپڑے کو لگ جائے اور اس میں بیع لازم قرار دی جائے۔

شوافع اور حنابلہ نے قریب قریب احناف کی تفسیر بیان کی ہے کہ بائع مشتری سے کہے کہ جس کپڑا کو کنکری لگ جائے وہی میں نے تم پر بیچ دی ہے[27]۔

اس بیع میں مبیع کی جہالت کی وجہ سے غرر پایا جاتا ہے کیونکہ معلوم نہیں کہ کس کپڑے کو کنکری لگے گی۔ ممکن ہے اچھے کپڑے کو کنکری لگ جائے اور بائع نقصان میں پڑ جائے لیکن یہ بھی احتمال ہے کہ کمزور کپڑے کو

کنکری لگ جائے اور مشتری خسارہ میں پڑ جائے، بہر حال مبیع کی جہالت کی وجہ سے اس میں غرر پایا جاتا ہے جس کی وجہ سے اس قسم کی بیع جائز نہیں ہے۔

بیع ملامسہ و بیع منابذہ: بیع ملامسہ و منابذہ کے بارے میں امام بخاریؒ کی لائی ہوئی حدیث زیادہ واضح ہے جو سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ - صلى الله عليه وسلم - عَنْ لِبْسَتَيْنِ وَعَنْ بَيْعَتَيْنِ ، نَهَى عَنِ الْمُلاَمَسَةِ وَالْمُنَابَذَةِ فِي الْبَيْعِ ، وَالْمُلاَمَسَةُ لَمْسُ الرَّجُلِ ثَوْبَ الآخَرِ بِيَدِهِ بِاللَّيْلِ أَوْ بِالنَّهَارِ ، وَلاَ يُقَلِّبُهُ إِلاَّ بِذَلِكَ ، وَالْمُنَابَذَةُ أَنْ يَنْبِذَ الرَّجُلُ إِلَى الرَّجُلِ بِثَوْبِهِ ، وَيَنْبِذَ الآخَرُ ثَوْبَهُ ، وَيَكُونَ ذَلِكَ بَيْعَهُمَا ، عَنْ غَيْرِ نَظَرٍ وَلاَ تَرَاضٍ ، وَاللِّبْسَتَيْنِ اشْتِمَالُ الصَّمَّاءِ ، وَالصَّمَّاءُ أَنْ يَجْعَلَ ثَوْبَهُ عَلَى أَحَدِ عَاتِقَيْهِ ، فَيَبْدُو أَحَدُ شِقَّيْهِ لَيْسَ عَلَيْهِ ثَوْبٌ ، وَاللِّبْسَةُ الأُخْرَى احْتِبَاؤُهُ بِثَوْبِهِ وَهْوَ جَالِسٌ ، لَيْسَ عَلَى فَرْجِهِ مِنْهُ شَيْءٌ "[28]

" فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے دو قسم کے کپڑے پہننے اور دو قسم کی خرید و فروخت منع فرمایا۔ خرید و فروخت میں ملامسہ اور منابذہ سے منع فرمایا، ملامسہ کی صورت یہ ہوتی تھی کہ ایک شخص (خریدار) دوسرے (بیچنے والے) کے کپڑے کو رات دن میں کسی بھی وقت چھو دیتا تھا۔ (اور دیکھے بغیر صرف چھونے سے بیع منعقد ہو جاتی تھی) صرف چھونا ہی کافی تھا اور کھول کر دیکھا نہیں جاتا تھا۔ منابذہ کی صورت یہ تھی کہ ایک شخص اپنی ملکیت کا کپڑا پھینکتا اور دوسرا اپنا کپڑا پھینکتا، اور بغیر دیکھے اور بغیر باہمی رضامندی کے صرف اسی سے بیع منعقد ہو جاتی ہے، اور دو کپڑے (جن سے آنحضور ﷺ نے منع فرمایا ان میں سے ایک) اشتمال صماء ہے۔ صماء کی صورت یہ تھی کہ اپنا کپڑا (ایک چادر) اپنے شانے پر اس طرح ڈالتا کہ ایک کنارے سے (شرمگاہ) کھل جاتی تھی اور کوئی دوسرا کپڑا وہاں نہیں ہوتا تھا۔ دوسرے پہناوے کا طریقہ یہ تھا کہ بیٹھ کر اپنے کپڑے سے کمر اور پنڈلی باندھ لیتے تھے اور شرمگاہ پر کوئی کپڑا نہیں ہوتا تھا (کہ ستر نہ کھلے)۔"

امام ابو داؤد نے بھی یہی تفسیر ذکر کی ہے کہ بیع منابذہ یہ ہے کہ فروخت کرنے والا یہ کہے کہ میں جب اس کپڑے کو تمہاری طرف پھینک دوں تو بیع ضروری ہو جائے گی اور بیع ملامسہ یہ ہے کہ جب ہاتھ سے کوئی چیز چھو جائے تو بیع لازم ہو جائے گی[29]۔

امام مالکؒ نے ملامسہ کی تعریف یہ کی ہے کہ ایک آدمی کپڑا کھولے بغیر چھو دیتا ہے اور یہ تحقیق نہیں کرتا کہ اس میں کیا ہے یا اندھیرے میں یہ جانے بغیر کہ اس میں کیا ہے اسے خریدتا ہے[30]۔

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ ملامسہ کی تین تفسیریں ذکر کی گئی ہیں جن میں سے صحیح ترین تفسیر یہ ہے کہ کوئی شخص کپڑے کو لپیٹے ہوئے یا اندھیرے میں لاتا ہے اور دوسرا اسے چھو دیتا ہے، کپڑے کا مالک اسے کہتا ہے کہ

میں نے تم پر اس کپڑا کو اتنے میں بیچ دیا بشرطیکہ (بیع کے انعقاد کے لیے) تیرا چھونا کافی ہو گا اور دیکھنے کے بعد تجھے کوئی اختیار نہیں ہو گا[31]۔

امام ابن عبد البرؒ فرماتے ہیں کہ ملامسہ اور منابذہ کے باب میں نہی کی وجہ اس میں قمار اور حصول وعدم حصول کا خطرہ ہے جو کہ جوا کی وہ شکل ہے جس سے منع آیا ہے، نیز (اس میں غرر ہے اور) آنحضور ﷺ نے بیعِ غرر سے بھی منع فرمایا ہے[32]۔

بیعتین فی بیعۃ (ایک معاملہ میں دو بیع کرنا):

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے ایک بیع میں دو بیع کی تو بیع میں جو کم ہو اس کو اختیار کیا جائے ورنہ یہ معاملہ سود کا ہو جائے گا[33]۔

امام ترمذیؒ نے اس حدیث کے بعد فرمایا ہے کہ بعض اہلِ علم نے اس کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ ایک معاملہ میں دو بیع کا مطلب یہ ہے کہ (بیچنے والا) کہے کہ میں تم پر یہ کپڑا نقد پیسوں سے دس روپے میں جب کہ ادھار کی صورت میں بیس روپے میں بیچتا ہوں اور پھر کسی ایک کی تعیین نہ کرتے ہوئے جدا ہو جاتے ہیں (تو یہ بیع فاسد ہے)، اور اگر ایک کی تعیین کر کے جدا ہو جائیں تو یہ بیع بلاشبہ جائز ہے بشرطیکہ عقد کسی ایک پر متعین ہو جائے۔

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ خریدار کسی آدمی سے سامان نقد پیسوں سے دس دینار جب کہ ادھار کی صورت میں پندرہ دینار میں خریدتا ہے، ان میں سے بلا تعیین ایک ثمن مشتری پر واجب ہو جاتا ہے تو یہ جائز نہیں ہے[34]۔

امام شافعیؒ سے بیعتان فی بیعۃ کی ایک تفسیر یہی منقول ہے اور دوسری تفسیر یہ ہے کہ ایک آدمی دوسرے سے کہے کہ میں اپنے غلام کو تمہیں بیچتا ہوں بشرطیکہ تو مجھے اپنا گھوڑا بیچے گا، بیع کی یہ صورت بھی ناجائز ہے[35]۔

احناف کے نزدیک اس بیع کا مفہوم امام شافعی کی بیان کردہ مذکورہ مفہوم سے بھی زیادہ وسیع ہے کیونکہ اس میں یہ بھی داخل ہے کہ کوئی دوسرے کو گھر بیچ دے اور شرط لگا دے کہ اس میں ایک مہینہ رہوں گا یا سواری بیچ دے اور شرط لگا دے کہ اتنے وقت تک میں اسے استعمال کروں گا، احناف کے نزدیک اس طرح کی تمام صورتیں اس میں داخل ہیں[36]۔

بہر حال: بیعتین فی بیعہ کی صورت میں مآل کے اعتبار سے نتیجہ مجہول ہے اس لیے کہ یا تو بائع کو مشتری کا انتخاب معلوم نہیں کہ وہ مبیع نقد پر لیتا ہے یا ادھار پر یا یہ بیع اس وجہ سے ممنوع ہے کہ اپنی بیع کو مشتری کی مرضی واختیار کے بغیر اس کی کسی چیز کے ساتھ معلق کر دیا جاتا ہے جو کہ قمار کی ایک شکل ہے اور یا یہ بیع اس وجہ سے ممنوع ہے کہ بیچنے کے باوجود بائع مبیع کو استعمال کرنے کی شرط لگاتا ہے جو کہ عقد کے مقتضاء کے خلاف ہے۔

بیع العربان یا العربون (بیعانہ): امام مالکؒ عربون کی تعریف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"وذلك فيما نرى، واللهُ أعلمُ، أن يشتريَ الرَّجل العبدَ أو الوليدةَ أو يتكارى الدَّابة ثم يقولَ لِلَّذي اشترى منهُ أو تكارى منهُ أُعطِيك دينارًا أو درهمًا أو أكثرَ مِن ذلك أو أقلَّ على أنّي اِن أخذتُ السِّلعةَ أو ركبتُ ما تكاريتُ مِنكَ فالَّذي أعطيتُك هو مِن ثمنِ السِّلعة أو مِن كراء الدَّابة وإن تركتُ اِبتياعَ السِّلعة أو كرائَ الدَّابة فما أعطيتُك لكَ باطلٌ بغيرِ شيئٍ [37]"

"(عربون) ہمارے خیال میں یہ ہے کہ آدمی غلام یا باندی خریدلے یا کوئی جانور کرایہ پر لے لے پھر اس شخص سے کہے جس کے ساتھ شراء یا کرایہ کا معاملہ کیا ہے کہ میں تمہیں ایک دینار یا ایک درہم یا اس سے زیادہ یا کم اس شرط پر دیتا ہوں کہ اگر میں نے سامان (مبیع) خرید لیا یا اس جانور پر سواری کی جو میں کرایہ پر لی ہے تو جو (درہم اور دینار وغیرہ) میں نے تمہیں دیا ہے وہ ثمن میں سے شمار کیا جائے لیکن اگر میں نے سامان نہیں خریدا یا جانور کو کرایہ پر نہیں لیا تو میں نے جو (درہم اور دینار) تمہیں دیا ہے وہ تمہارا ہوا بغیر کسی چیز (بدل) کے باطل ہے۔"

امام ابن الاثیرؒ فرماتے ہیں: العُربون هو أن يشتَرِي السِّلعةَ ويدفعَ إِلى صاحبِها شيئاً على أنَّهُ إن أمضَى البيعَ حُسِب مِن الثَّمنِ، وإِن لَّم يُمض البَيع كان لصاحبِ السِّلعة ولم يرتَجِعهُ المُشترِي[38]"

"عربون یہ ہے کہ (مشتری) سامان خریدلے اور بائع کو (ثمن کا) کچھ (حصہ) اس شرط پر دیدے کہ اگر بیع تام ہوئی تو یہ ثمن سے شمار کر لیا جائے ورنہ اگر بیع تام نہ ہوئی تو یہ (پیسے) بائع کے ہوئے اور مشتری اس میں رجوع نہیں کر سکے گا"۔

احادیث میں بیعانہ کا جواز اور عدمِ جواز دونوں منقول ہیں: عمرو بن شعیب از والد از دادا نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بیع العربان سے منع فرمایا[39] جب کہ زید بن اسلمؒ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے بیع العربان کو جائز قرار دیا ہے[40] "مذکورہ دونوں روایتوں کو علامہ شوکانیؒ نے ضعیف کہا ہے[41]۔

احادیث کے اختلاف کی بنا پر ائمہ کے درمیان بھی بیعانہ کے جواز اور عدمِ جواز میں اختلاف پایا جاتا ہے چنانچہ امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام شافعیؒ اس کے عدمِ جواز کے قائل ہیں کیونکہ اس میں غرر پایا جاتا ہے[42]، اس لیے کہ معلوم نہیں کہ بائع کب تک مشتری کے فیصلے کا انتظار کرتا رہے گا، البتہ اگر مشتری مبیع کے لینے اور واپس کرنے کے لیے مدت مختص کردے تو ڈاکٹر وہبہ زحیلی کی رائے یہ ہے کہ بیعانہ کی یہ صورت جائز ہے[43]۔ مجمع الفقہ الاسلامی نے بھی یہی ملاحظات پیش کیے ہیں[44]، کیونکہ اس صورت میں غرر ختم ہو جاتا ہے۔

اپنے پاس غیر موجود چیز کو بیچنا: عن حكيم بن حزام قال : أتيت رسول الله صلى الله عليه و سلم فقلت يأتيني الرجل يسألني من البيع ما ليس عندي أبتاع له من السوق ثم أبيعه ؟، قال لا تبع ما ليس عندك[45]"

"حکیم بن حزامؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس آکر کہا: میرے پاس کوئی آدمی آتا ہے اور مجھ ایسی چیز خریدنے کے لیے کہتا ہے جو میرے پاس موجود نہ ہو، تو کیا میں ایسی چیز اسے بیچ سکتا ہوں جسے بعد میں بازار سے خرید لوں؟۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جو چیز تیرے پاس موجود نہ ہو تو اسے فروخت نہ کرو۔"

ابن الترکمانیؒ نے اس حدیث میں "عندیت یعنی پاس ہونے" کو ملکیت سے تعبیر کیا ہے چنانچہ فرمایا ہے کہ جو چیز بائع کی ملکیت میں ہو وہ اس کے پاس ہے اور جو چیز اس کی ملکیت میں نہ تو وہ اس کے پاس نہیں ہے[46]، البتہ حافظ ابن قیمؒ نے اس حدیث کے مفہوم میں عدمِ قدرت کو بھی شامل کیا ہے چنانچہ فرمایا ہے کہ اس حدیث میں عندیت سے مراد قبضہ اور مشاہدہ نہیں ہے بلکہ اس سے مراد حکم اور تمکین یعنی مبیع حوالہ کرنے کی قدرت ہے[47]، گویا کہ حافظ ابن قیمؒ کے نزدیک جو چیز بائع کے حکم کے ماتحت نہ ہو یا جس چیز کے دینے پر بائع قادر نہ ہو تو وہ چیز اگر چہ اس کی ملکیت میں ہو لیکن اسے فروخت نہ کرے جب کہ جس چیز کے دینے پر بائع قادر ہو تو چاہے وہ اس کے ہاتھ میں نہ ہو لیکن اس کی بیع جائز ہے۔

بہر حال اس بیع کی ممانعت کی وجہ غرر ہے، حافظ ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ غیر موجود چیز کی بیع سے ممانعت بیع غرر سے ممانعت کے موافق ہے، کیونکہ جب بائع ایسی چیز فروخت کردے جو اس کے پاس نہ ہو تو اس کا حصول یقینی نہیں ہے، کبھی حاصل ہو جاتی ہے اور کبھی نہیں جو کہ غرر ہے جیسا کہ مفرور غلام، بھاگے ہوئے اونٹ اور ہوا میں اڑتے ہوئے پرندے کی بیع[48]۔

خلاصہ:

- غرر کے لغوی معنی دھوکہ دہی کے ہیں۔
- اصطلاح میں اس کی راجح تعریف اس بیع کی ہے جس کا انجام اور نتیجہ مجہول ہو۔
- جس معمولی غرر کا تحمل عرف میں کیا جاتا ہے شریعت بھی اسے برداشت کرکے اس سے منع نہیں کرتی۔
- امام قرافیؒ کے نزدیک جہالت اور غرر میں عموم وخصوص من وجہ جب کہ امام ابن تیمیہؒ کے نزدیک عموم وخصوص مطلق کی نسبت موجود ہے۔
- آنحضور ﷺ نے بیع غرر یعنی دھوکہ کی بیع، بیع حصاۃ، بیعِ ملامسہ و منابذہ، بیعتان فی بیع، بیع العربان اور بیعِ معدوم سے منع فرمایا ہے کیونکہ مذکورہ تمام قسم کی بیوع میں غرر پایا جاتا ہے۔

حوالہ جات:

[1] القرآن الکریم، سورۃ آل عمران ۳:۱۸۵

[2] جالندھری، مولانا فتح محمد، اردو ترجمہ قرآن: ۱۲۰، فاران فاؤنڈیشن لاہور، ۱۴۳۰ھ/۲۰۰۹ء

[3] القرآن الکریم، سورۃ لقمان ۳۱: ۳۳

[4] اردو ترجمہ قرآن مولانا فتح محمد: ۷۰۶

[5] اصفہانی، راغب، حسین بن محمد، المفردات فی غریب القرآن ۱: ۶۰۴، دار العلم الدار الشامیہ، دمشق بیروت، ۱۴۱۲ھ

[6] زبیدی، مرتضی، محمد بن محمد بن عبد الرزاق، تاج العروس من جواہر القاموس ۱۳: ۲۱۶، دار الہدایہ

[7] خطابی، ابو سلیمان، احمد بن محمد، معالم السنن ۳: ۸۸، المطبعۃ العلمیہ حلب، ۱۳۵۱ھ/۱۹۳۲ء

[8] نیسابوری، ابو بکر، محمد بن ابراہیم، الاوسط: ۳۱۴، ایک خطی نسخہ جس میں کتاب البیوع بھی شامل ہے۔

[9] نووی، ابو زکریا، یحیی بن شرف، المنہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج ۵: ۲۹۶، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۳۹۲ھ

[10] ابن تیمیہ، احمد بن عبد الحلیم، القواعد النورانیہ الفقہیہ ۱: ۱۱۶، مکتبۃ السنہ المحمدیہ، مصر قاہرہ، ۱۳۷۰ھ/1951ء

[11] ابن تیمیہ، احمد بن عبد الحلیم، نظریۃ العقد: ۲۲۴، دار المعرفہ، بیروت

[12] ابن عابدین، محمد امین، رد المحتار علی الدر المختار ۵: ۶۲، دار الفکر للطباعۃ والنشر، بیروت، ۱۴۲۱ھ/۲۰۰۰ء

[13] سرخسی، ابو بکر، محمد بن ابی سہل، المبسوط ۱۲: ۳۴۶، دار الفکر بیروت لبنان، ۱۴۲۱ھ/۲۰۰۰ء

[14] جرجانی، علی بن محمد بن علی، التعریفات ۱: ۲۰۸، دار الکتاب العربی، بیروت، ۱۴۰۵

[15] تھانوی، محمد علی، کشاف اصطلاحات الفنون والعلوم ۲: ۳۵۹، مکتبۃ لبنان ناشرون، بیروت، ۱۹۹۶ء

[16] کویت، وزارہ الاوقات والشؤون الاسلامیہ، الموسوعۃ الفقہیہ الکویتیہ ۳۱: ۱۴۹، دار السلاسل کویت، ۱۴۰۴ھ/۱۴۲۷ھ

[17] الضریر، الصدیق محمد امین، الغرر واثرہ فی العقود: ۳۴، قاہرہ، ۱۳۸۶ھ/۱۹۶۷ء

[18] المنہاج ۵: ۲۹۶

[19] ابن القیم، محمد بن ابی بکر، زاد المعاد فی ھدی خیر العباد ۵: ۸۲۰، مؤسسۃ الرسالہ بیروت، ۱۴۱۵ھ/۱۹۹۴ء

[20] القواعد النورانیہ الفقہیہ ۱: ۱۱۸

[21] قرافی، احمد بن ادریس، الفروق فی انواء الفروق ۳: ۴۳۲، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۸ھ/۱۹۹۸ء

[22] القواعد النورانیہ الفقہیہ ۱: ۱۱۷

[23] ترمذی، محمد بن عیسی بن سورہ، السنن، ابواب البیوع [۱۲]، باب ماجاء فی کراھیۃ بیع الغرر [۱۷]، حدیث ۱۲۳۰، دار احیاء التراث العربی، بیروت

[24] ابوداؤد، سجستانی، سلیمان بن اشعث، السنن، کتاب البیوع [۲۳]، باب: فی بیع الغرر [۲۵]، حدیث ۳۳۷۸، دار الکتاب العربی، بیروت

25 سنن ترمذی، ابواب البیوع[۱۲]، باب ماجاء فی کراھیۃ بیع الغرر[۱۷]، حدیث ۱۲۳۰

26 ابن ہمام، محمد بن عبد الواحد، شرح فتح القدیر ۶: ۴۱۷، دار الفکر بیروت

27 الموسوعۃ الفقہیہ الکویتیہ ۹: ۸۸

28 بخاری، محمد بن اسماعیل، الصحیح، کتاب اللباس[۷۷]، باب: اشتمال الصماء[۲۰]، حدیث ۵۸۲۰، دار المعرفہ بیروت لبنان، ۱۴۳۱ھ/۲۰۱۰ء

29 سنن ابی داؤد، کتاب البیوع[۲۳]، باب: فی بیع الغرر[۲۵]، حدیث ۳۳۸۰

30 اصبحی، ابو عبد اللہ، مالک بن انس، کتاب البیوع، باب الملامسۃ والمنابذۃ، دار احیاء التراث العربی، مصر

31 ابن حجر، عسقلانی، احمد بن علی، فتح الباری شرح صحیح البخاری ۴: ۳۵۹، دار المعرفہ بیروت، ۱۳۷۹ھ

32 ابن عبد البر، یوسف بن عبد اللہ، التمہید لما فی الموطا من المعانی والاسانید ۱۳: ۱۲، مؤسسۃ قرطبہ

33 سنن ابی داؤد، کتاب الاجارۃ[۲۴]، باب: فیمن باع بیعتین فی بیعۃ[۱۹]، حدیث ۳۴۶۳

34 الموطا، کتاب البیوع، باب النھی عن بیعتین فی بیعۃ، حدیث ۱۳۴۴، دار احیاء التراث العربی، مصر

35 جزری، ابن الاثیر، جامع الاصول فی احادیث الرسول ۱: ۵۳۵، مکتبۃ دار البیان، ۱۳۸۹ھ/۱۹۶۹ء

36 فتح القدیر ۶: ۴۴۶

37 موطأ امام مالک، باب ماجاء فی بیع العربان

38 النھایہ فی غریب الحدیث والاثر ۳: ۴۳۱

39 موطأ امام مالک، باب: ماجاء فی بیع العربان، سنن ابی داؤد، کتاب الاجارہ[۲۴]، باب: فی العربان[۳۳]، حدیث ۳۵۰۴، سنن ابن ماجہ، ابو عبد اللہ محمد بن یزید، کتاب التجارات[۱۲]، باب: بیع العربان[۲۲]، حدیث ۲۱۹۲، دار الفکر، بیروت، مسند الامام احمد بن حنبل، ابو عبد اللہ شیبانی، ج ۲: ۱۸۳، ۶۷۳۲، مؤسسہ قرطبہ، قاہرہ۔

40 مصنف ابن ابی شیبہ، ابو بکر عبد اللہ بن محمد، فی العربان فی البیع[۵۵۲]، حدیث ۳۲۶۵۶، طبعۃ دار القبلہ

41 نیل الاوطار من احادیث سید الاخیار شرح منتقی الاخیار، محمد بن علی شوکانی، ج ۵: ۲۱۵، ادارۃ الطباعۃ المنیریہ، بدون تاریخ

42 الموسوعۃ الفقہیہ الکویتیہ ۹: ۴۹

43 زحیلی، ڈاکٹر وہبہ، الفقہ الاسلامی وادلتہ ۵: ۱۲۰، دار الفکر، سوریہ دمشق

44 مجمع الفقہ الاسلامی، الدورۃ الثامنہ، قرار 76/3/85

45 سنن ترمذی، کتاب البیوع[۱۲]، باب: کراھیۃ بیع مالیس عندک[۱۹]، حدیث ۱۲۳۲، دار الکتاب العربی، بیروت لبنان، ۱۴۲۶ھ/۲۰۰۵ء

46 ابن الترکمانی، علاء الدین، علی بن عثمان، الجوھر النقی ۵: ۲۶۶

47 ابن القیم، محمد بن ابی بکر، حاشیۃ علی سنن ابی داؤد ۹: ۲۹۹، دار الکتب العلمیہ بیروت

48 حاشیۃ ابن القیم علی سنن ابی داؤد ۹: ۲۹۹